Vol. 7 No.1 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

اقبال کے قومی اور معاشی افکار: تحقیدی جائزہ

Iqbal's National and Economic Thoughts: A Critical Review

ڈاکٹر محمد عامر اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

ماریہ بلال

لیکچرار، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

ABSTRACT

After treason, movements were born and reform trends grew. Sir Syed and his friends taught a rich lesson of unity. Iqbal also taught patriotism. Iqbal also presented important points about economics. Iqbal's many verses of the poems are devoted to patriotic aspects. Iqbal always stressed on the unity and harmony of Hindus and Muslims. Iqbal also paid much attention to economic matters. The poverty of Hindus and Muslims made them very weak. Attention was paid to solving their problems. With reference to national concepts and economic problems, this topic is very important.

KEYWORDS: Reform, Patriotism, Economics, Poverty, Problems.

تلخیص: غدر کے بعد تحریکوں نے جنم لیا اور اصلاحی رجحانات پروان چڑھے۔ سر سید اور ان کے رفقاء نے اتحاد و اتفاق کا بھرپور سبق دیا۔ اقبال نے بھی حب الوطنی کا درس دیا۔ معاشیات کے متعلق بھی اقبال نے اہم نکات پیش کیے۔ اقبال کی نظموں کے بہت سے اشعار حب الوطنی کے پہلوؤں سے سرشار ہیں۔ اقبال نے ہمیشہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی یک جہتی اور ہم آہنگی پر زور دیا۔ اقبال نے معاشی معاملات پر بھی بھرپور توجہ دی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی غربت نے انہیں بہت کمزور بنا رکھا تھا۔ ریعے سے ان کے مسائل حل کرنے پر توجہ دلائی۔ قومی تصورات اور معاشی مسائل کے حوالہ سے یہ موضوع بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

کلیدی الفاظ: اصلاح، حب الوطنی، معاشیات، غربت، مسائل۔

اس عنوان کے تحت اقبال کے قومی رجحان کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اقبال کے معاشی افکار کی وسعت بھی اس موضوع کا اہم ترین جزو ہے۔ اقبال کے ابتدائی کلام میں ملت کی اصلاح کا جذبہ کسی سے بھی ڈھکا چھپا ہوا نہیں ہے۔ اگرچہ اقبال کو مسلمانوں کے مسائل سے زیادہ دلچسپی تھی مگر ملت کے ساتھ اقبال اسے قومی مسئلہ بھی سمجھتے تھے۔ یعنی ملت اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی پوری قوم پر بھی آپ کی نگاہ تھی۔ اقبال کا ارتقائی پہلو مضبوط ہو چکا تھا۔ اس دور میں قومیت کا پہلو زیادہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

انگریز آقاؤں سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس جذبۂ قومیت کی اشد ضرورت تھی۔ غدر میں ناکامی نے ہندوستانی قوم کا وقار مجروح کر کے رکھ دیا تھا۔ ترکی یونان کی جنگ سے مسلمانوں کے جذبات کو شدید ضرب لگی اور وہ مشتعل ہو گئے۔ شبلی اور نواب وقار الملک (مولوی مشتاق حسین) نے ترکوں کے حق میں مضامین لکھے۔ انگریز ترکوں کے خلاف تھے اس لیے مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف بھی صدائے احتجاج بلند کی۔ اس طرح کچھ تحریکوں نے جنم لیا۔ ان تحریکوں سے اصلاحی رجحانات پروان چڑھے اور ہندی فکر کو پروان چڑھنے کا موقع میسر آیا۔ اقبالیات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 7 No.1 2024

''ان تحریکوں نے اصلاحی رجحانات کے ساتھ ہندو تہذیب کی احیائیت اور ویدک زمانے کی احیائیت کے احساس کو ہوا دی'' (1)

ہندوستان پر برطانوی سامراج کے استحکام کے بعد حب الوطنی کا جذبہ پیدا ہونا اور قوم میں اضطراب کی لہر دوڑنا ایک عقل مندی اور بیداری کی علامت تھی۔ انگریزوں نے پوری ہندوستانی قوم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیے۔ان حالات میں مسلمانوں کے لیے خاص طور پر سر سید احمد خان کی کوششیں سود مند ثابت ہوئیں۔ سر سید پہلے تو کانگریس کے ساتھ مل کر ہندوستانی قوم کی مدد کرنا چاہتے تھے مگر پھر مایوس ہو کر '' محمڈن ایجو کیشنل کانفرنس'' قائم کی۔ سر سید کے رفقائے کار اور معاصرین نے بھی سر سید کے ساتھ تعاون کیا۔کسی نے نظمیں لکھ کر بیدار کیا تو کسی نے تعلیم کے میدان میں سر سید کا ساتھ دیا۔ حالی، شبلی اور اکبر نے تعاون کیا۔اسمٰعیل میرٹھی نے انگریزی نظموں کے اردو ترجمے پیش کیے۔آپ نے بھی ایسی نظموں میں وطن سے محبت کے گیت گائے۔ محمد حسین آزاد کی زبان پر وطن سے محبت کے نغمے دیکھنے کو ملتے ہیں۔آپ کے ہاں بھی اتحاد و اتفاق کا بھرپور سبق ملتا ہے۔

اکبر الہ آبادی نے اپنے انداز میں حب الوطنی کے ترانے پڑھے ہیں۔ ہندوستان کی عمدہ روایات کے پاش پاش ہو جانے پر دکھ کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ آزاد کے مشاعروں میں مولانا الطاف حسین حالی نے نظمیں پیش کی تھیں۔ حالی کی نظمیں دراصل غم کے آنسو ہیں۔ حالی کا نظریہ تھا کہ ہندو اور مسلمان دونوں ہندوستان کے وارث ہیں اور دونوں اس ملک کی ذمہ داریوں میں برابر کے شریک ہیں۔انہیں کے تعاون و مدد سے ہی ملک آزاد ہو سکتا ہے۔

شبلی نعمانی نے علی گڑھ سے وابستگی اختیار کی اور سر سید کے ہم رکاب بن کر کام شروع کیا۔ حالی اور شبلی کو انگریزی اقتدار پر اعتبار نہ تھا۔ سر سید مصلحت سے کام لیتے تھے اگر وہ نہ ہوتے تو شبلی اور حالی انگریز کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیتے۔ حالی نے مسدس لکھا''مد و جزرِ اسلام'' ۔اس میں جہاں ترقی کے راز بتائے وہاں صنعت و حرفت کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ قوموں کے عروج و زوال کا انحصار اسی پر ہے۔اس سے اپنی مدد آپ کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے۔

سر سید احمد خاں ہندوؤں اور مسلمانوں کی وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل پر ایمان رکھتے تھے۔اس ایمان اور عقیدے کی اشاعت بھی کرتے تھے۔ان کے لیے ہندوستان کی آزادی سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ سیاسی اور معاشی نقطۂ نظر سے مسلم معاشرہ بہت پیچھے تھا۔ان کا خیال تھا کہ پہلے ہمیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی چاہیے جس سے ہم میں شعور اور زندگی کی اعلیٰ اقدار پیدا ہوں، پھر آزادی کی جدوجہد پیدا ہونی چاہیے۔ان کی نظر میں دونوں قومیں یہاں پر برابر کی شریک قسمت ہیں۔ عقائد کے اختلافات کے باوجود یہ قومیں ایک قوم ہیں کیوں کہ ایک وطن ہے اور ایک ملک کے باشندے ہیں۔اہلِ ملک اور اہلِ وطن کی حیثیت ایک وحدت کی ہے اور اس وحدتِ کردار اور اس وحدتِ افکار سے ایک قوم بنتی ہے۔ایک خوب صورت تشبیہ سے اس کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کو اگر ایک دلہن کی مانند سمجھ لیا جائے جس کی خوبصورت اور رسیلی دو آنکھیں ہندو مسلمان ہیں تو سر سید کے اس دور کے قومی تصور کی خوبصورت جھلک ہمارے ذہن میں آ سکتی ہے۔ جسم بہ حیثیت وطن ہے اور اس وطن کی دو پیاری آنکھیں ہیں ان دونوں آنکھوں کے بغیر رخ و رخسار کی تمام رعنائی ختم ہو جاتی ہے۔اس لیے ان دونوں قوموں کے اتحاد و اشتراک اور نسبت برابری کے ساتھ ہی یہ حسن و لطافت قائم رہ سکتا ہے۔ایک کی ترقی اور دوسرے کی پس ماندگی سے یہ تر و تازگی، نور و نگہت اور زینت قائم نہیں رہ سکتی۔ان کے مضامین، خطوط اور خطبات میں اس وحدت کردار اور وحدت افکار پر بڑا زور ملتا ہے۔ چنانچہ یورپ میں بھی سر سید کو یہ فکر دامن گیر تھی۔ خطوط اس حقیقت کے شاہد ہیں۔اس سے پہلے جس چیز نے سر سید کے دل کو متاثر کیا وہ نہ تو ذاتی مال و دولت کا سامان تھا اور نہ ہی عزت و ناموس کی فکر تھی۔ جس چیز نے سر سید کو غم میں مبتلا کیے رکھا وہ صرف قوم کا غم تھا۔آپ نے اپنے رسالے '' اسباب بغاوتِ ہند'' میں یہی جذبہ قومی بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ جتنے بھی ادیب گزرے ہیں ان میں وطن سے محبت کا جذبہ عیاں ہے۔

اقبال بھی ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے۔ جب وطن کے جذبے سے سرشار ہو کر اقبال اخوت، محبت، اتفاق اور اتحاد کے لیے ایک نیا دستور پیش کرنا چاہتے تھے۔ اس دور کی عہد آفریں نظم ''تصویر درد'' حبِ وطن، آزادی وطن، غرض صرف وطن ہی سے متعلق ہے۔اقبال کے ہاں بھی ایسے ہی نظریات پائے جاتے ہیں۔ معاشیات کے متعلق اقبال نے بصیرت افروز خیالات کا اظہار اپنی تصنیف ''علم الاقتصاد'' میں کیا ہے۔ یہ کتاب اقبال کی فکری سرگزشت کے ابتدائی دور میں لکھی گئی۔اس دور میں بھی اقبال کی

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

نظر معاش اور معیشت پر بہت گہری تھی۔ عالمانہ اور مفکرانہ خیالات کا رجحان وہاں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ روٹی اور روزگار کا مسئلہ اقبال کے ہاں ابتدا سے ہی نظر سے گزرتا ہے۔ اس کتاب کا براہ راست تعلق معاشیات سے ہے اور معاشیات کا روٹی اور روزگار سے اور روٹی کا مسئلہ ہی انسانی زندگی کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ بظاہر یہ کتاب معاشیات کے متعلق ہے مگر اقبال اسے قومی سطح پر بھی پیش کرتے ہیں۔

جس دور کی یہ تصنیف ہے اقبال کی فکری سرگزشت کے اس دور کی بہت سی نظموں میں وطن سے محبت کا جذبہ پوری شدت کے ساتھ موجود ہے۔ اس حب الوطنی میں کوئی بناوٹ یا دکھاوا نظر نہیں آتا بلکہ خلوص نظر آتا ہے۔ اقبال کے ہاں یہ خلوص شدت سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اقبال کی نظم ''ترانہ ہندی'' کا یہ شعر خاص اہمیت کا حامل ہے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا (2)

اقبال کے فکر و نظر کا مطالعہ کریں تو قوم اور وطن سے متعلق مثبت اور انفرادی نظریات کی کہکشاں لامتناہی حدود تک لے جاتی ہے۔ اقبال نے حالات و واقعات کے عین مطابق اپنے افکار کو وسعت عطا کی اور ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اپنے نظریات میں استحکام پیدا کیا۔ ہندوستان میں بہت سی تہذیبیں تھیں اور اقبال خود بھی ایک انفرادی نوعیت کے شوالے کی تعمیر اور تخلیق کے طلب گار تھے۔ دراصل اقبال یس یک جہتی کو اس انداز سے دیکھنا چاہتے تھے کہ سب ایک ہی فکری انداز کے حامل ہو سکیں۔ اگرچہ یہ محض ایک فلسفیانہ تصور تھا مگر پھر بھی مثبت اندازِ فکر اور ترقی کا ضامن ضرور تھا۔ وطنیت کے تصورات محدود ہیں اور مذہب سے متصادم ہیں۔ وطنیت کے لیے انسانیت اور قومی یک جہتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں مذہب کو دخل نہیں۔ مذہبی مفادات مختلف ہوتے ہیں اور وطنی مفادات مختلف۔ اقبال کے ہاں بھی دونوں علیحدہ ہیں۔ پروفیسر عبدالحق لکھتے ہیں:

''اقبال کی نظر میں مذہب اور وطن میں کسی قسم کا تضاد و تخالف نہیں ہے۔ بلکہ دونوں میں ایک حد مشترک ہے۔ وطنی مفادات مذہبی مفادات سے کسی طرح ٹکراتے ہوئے نظر نہیں آتے'' (3)

اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اقبال کی نظر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا یک جا ہونا بہت اہم ہے۔ یہ وقت کی اہم ترین ضرورت بھی تھی اور اقبال نے اس پر بھرپور زور بھی دیا۔ اس سوچ میں تفکر کا پہلو بھی پوشیدہ ہے اور اقبال کے ابتدائی تصورات کو بھی اس میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان تصورات اور خیالات نے آگے چل کر اقبال کی فکری و فنی راہوں کو مضبوط کیا۔ ان ہی کی بدولت اقبال کے فکر و نظر کی مستحکم صورت سامنے دکھائی دیتی ہے۔ ہم یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اقبال کا یہ فلسفہ مغربی افکار سے ماخوذ ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اقبال کا اپنا مطالعہ اس قدر وسیع تھا کہ ایسی سوچ کی طرف گامزن ہوئے۔ اقبال نے اپنے اشعار میں بھی اپنی سوچ کا اظہار کیا جو ان کی شاعرانہ عظمت کی دلیل ثابت ہوا۔ اگر ہندو اور مسلمان مل کر نہیں رہتے تو اقبال اس حالت میں اپنے لیے نیا شوالہ بنا کر رہنے کے لیے خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔

سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی آ! اک نیا شوالا اس دیس میں بنا دیں (4)

اقبال قوم کے معاشی معاملات پر بھی بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ فکرِ اقبال میں ان نظریات کی بہت اہمیت ہے۔ اقبال کے ہر مجموعہ میں اور ہر دور میں کسی نہ کسی عنوان سے یہ بحث شامل ہے۔ جہاں تک لوگوں کی غربت کی بات ہے۔ اقبال کے معاشی تصورات میں یہ موضوع بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے ہر قسم کے امراء کو ایک ہی صف میں کھڑا کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے مال و دولت پر جتنا بھی فخر کر لیں وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ زیرِ آسمان جو بھی چیز ہے وہ آخر کار زمین بوس ہونے والی چیز ہے۔ یہ زمین کسی کے آباو اجداد کی نہیں ہے۔ آپ نے اس حوالہ سے بغاوت کا جو انداز اختیار کیا۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور اس خوبی کی بنا پر نہ ہی کوئی دوسرا اقبال کا ہمسر ہو سکا۔ یہ بغاوت کا خاص انداز ہے۔ ایسی باغیانہ اور بے باک تحریک دلانے والی پرجوش آواز اردو کیا پوری تاریخ میں نظر سے نہیں گزرتی۔ اسے خدا کا فرمان کہہ کر پیش کیا گیا ہے۔ زبورِ عجم ویسے تو غزلیات کا دلکش نمونہ ہے مگر اس میں بھی اقبال کے معاشی نظریات سے متعلق انقلاب آفریں غزل دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس میں خونِ رگ مزدور کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اقبال نے اس

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

میں مزدور کے استحصال کے خلاف بغاوت کا انداز اختیار کیا ہے۔ شاعری کا جتنا سرمایہ آج دستیاب ہے اس میں نہ تو ایسی دردمندی ملتی ہے اور نہ ہی احتجاج کی ایسی شدت دیکھنے کو ملتی ہے۔ انقلاب روس سے اقبال کو فکری آگہی میسر آئی تھی۔ مظلوم کی حمایت اور جبر کی مخالفت میں پر سوز اور نفرت آمیز انقلابی آواز اقبال کے یہاں ہی شدت سے سنائی دیتی ہے۔ مساوات کے نظریہ ساز اپنی تمام فکری رعنائیوں کے باوجود کسی بھی ظلم اور جبر کے خلاف آواز اٹھانے کو تیار نہیں ہوتے۔ مجنوں گورکھپوری جو اشتراکی نظریہ کے حامی تھے اور زیادہ وقت اقبال کے خلاف تنقید کرتے ہی گزارا، وہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ مارکس اور اینجلس بھی اقبال سے بہتر انقلابی نعرہ نہ دے سکے۔ پوری دنیا میں اس سے بہتر انقلابی آواز کہیں سنائی نہیں دیتی۔ ارمغانِ حجاز کے آخری حصہ میں اقبال نے ملازادہ ضیغم لولابی کشمیری کے حوالہ سے کچھ باتیں کی ہیں۔ دراصل وہ باتیں اقبال کی اپنی باتیں ہیں جو غربت اور معاشی استحصال کے حوالہ سے کی گئی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اقبال زندگی کے آخری دور تک ان مسائل سے غافل نہ رہے اور استحصال زدہ طبقہ کی محرومیوں کے لیے آواز بلند کرتے رہے کہ کسی طرح وہ محرومیاں دور ہو سکیں اور غربت زدہ طبقہ اس سے نجات حاصل کرے اور سکھ کا سانس لے کر سکون اور چین کی نیند سو سکے۔

انسان ہمیشہ رزق اور روزگار کے معاملات میں الجھا رہا ہے۔ مدبرین ہوں یا مفکرین سب نے اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ امرا کے لیے ہر طرح کی آسائشیں دستیاب ہیں جبکہ غریب کو دو وقت کی روٹی بھی آسانی سے دستیاب نہیں ہوتی۔ یہ فرق دنگے اور فساد کا باعث بھی بنتا ہے۔ اقبال نے سب سے پہلے جو کتاب لکھی وہ نثر کی کتاب تھی اور اردو زبان میں لکھی گئی تھی۔ یہ معاشی اور اقتصادی مسائل کی روشنی میں قلم بند کی گئی تھی۔ آپ نے اس کا نام "علم الاقتصاد" رکھا۔ آپ نے دیباچے میں اقبال نے لکھا۔

"ذرا خیال کرو کہ غریبی یا یوں کہو کہ ضروریات زندگی کے کامل طور پر پورا نہ ہونے سے انسانی طرز عمل کہاں تک متاثر ہوتا ہے۔ غریبی قوائے انسانی پر بہت برا اثر ڈالتی ہے بلکہ بسا اوقات انسانی روح کے مجلاً آئینہ کو اس قدر زنگ آلود کر دیتی ہے کہ اخلاقی اور تمدنی لحاظ سے اس کا وجود عدم برابر ہو جاتا ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ ہر فرد مفلسی کے دکھ سے آزاد ہو؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ گلی کوچوں میں چپکے چپکے کراہنے والے کی دل خراش صدائیں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائیں اور ایک دردمند کو ہلا دینے والے افلاس کا دردناک نظارہ ہمیشہ کے لیے صفحہ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے" (5)

اقبال اس بات پر زور دیتے تھے کہ پیداوار یا حاصل میں اگر ترقی ہو یا اضافہ ہو تو وہ سرمایہ دار کا نہیں بلکہ اس پر مزدور کا حق ہے۔ اقبال نے بانگ درا، حصہ سوم، ظریفانہ میں اس پہلو کو اس طرح بیان کیا ہے:

کارخانے کا ہے مالک مردک ناکردہ کار — عیش کا پتلا ہے، محنت ہے اسے ناسازگار
حکم حق ہے لَیسَ لِلاِنسانِ اِلَّا مَاسَعٰی — کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار (6)

حضرت محمدؐ نے انسانوں کو آزادی کی نعمت سے نوازا اور علان کیا کہ غلام و آقا میں کوئی تمیز نہیں۔ قوم کے حالات اقبال کو بے چین کیے رکھتے تھے۔ ان کے خیال میں یہ قوم بہت بدنصیب تھی کیونکہ حکومت اس قوم کے ہاتھوں سے چھن چکی تھی۔ صنعت پر بھی ان کا اختیار نہ رہا تھا۔ تجارت پر بھی انہیں دسترس نہ تھی۔ وقت کے تقاضوں سے غافل یہ قوم اپنی ناکامی کا رونا رو رہی تھی۔ اس طرح غربت نے اس قوم کو پستی کے اندھیروں میں گم کر دیا تھا۔ اس حالت میں کیسا توکل اور کون سا عصا؟ دانائے راز کی یہ بات انتہائی معنی خیز ہے اور مفکرین نے اس بات کا کا حوالہ کچھ اس انداز سے پیش کیا ہے کہ :

"اقبال نے 1921ء میں ہندوستانیوں کی غفلت شعاری کے خلاف باشندوں کو خبردار کیا تھا کہ درآمد و برآمد کے نظام کو ملک کے مفادات سے وابستہ کیا جائے۔ خوش حالی کا مدار بھی اسی توازن پر قائم ہے۔ استعمال عام کی ہر شے ملک کے اندر تیار کی جائے اور غیر کی محتاجگی سے محفوظ رہ کر ہی اس بحران کا سد باب ممکن ہے" (7)

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

اتنے سال گزرنے بعد بھی آج ہمیں ایسے ہی حالات کا سامنا ہے۔ہم توازن قائم نہ کر سکے نتیجہ کے طور پر بہت سی اقوام آج بھی خوشحالی سے دور ہیں۔بہت سے ممالک کے عوام ابھی تک اس نکتہ سے بے خبر دکھائی دیتے ہیں۔چالاک ساہوکار ہر جگہ اپنا فسوں دکھا رہا ہے۔بہت سی قومیں آج بھی شیشہ گران فرنگ کے احسانات تلے دبی ہوئی ہیں۔اقبال نے کہا تھا:

؎ اٹھانہ شیشہ گران فرنگ کے احساں سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر(8)

1905ء میں اقبال جوان تھے۔اس دور میں ان کے ذہن میں افکار کا طوفان برپا تھا۔عمر کے اس حصہ میں وہ نوجوان ملکی معیشت کے بحران اور عالمی نظام صنعت پر غور کر رہا ہے۔اور پھر تقریباً پچیس سال بعد یہ طوفان اعلان جنگ بن کر سامنے آتا ہے۔

؎ اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو کاخ امرا کے در و دیوار ہلا دو

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلادو(9)

اقبال یورپ کو اس حوالہ سے رد نہیں کرتے کہ وہاں معاشی حوالہ سے انسانیت کی خدمت کی گئی ہے۔خاص طور پر یہودی تہذیب نے عالمی سطح پر تجارت کو فروغ دے کر انسانی معاش کی مدد کی ہے۔ معاش کے مسائل پر گفتگو کا جو سلسلہ ابتدا سے اقبال نے شروع کیا تھا وہ اختتام تک جاری رہا۔ وفات سے ایک سال قبل اقبال 28 مئی 1937ء کو محمد علی جناح کے نام لکھے گئے خط میں معاش کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

”روٹی کا مسئلہ روز بروز شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔مسلمان محسوس کر رہے ہیں کہ گزشتہ دو سال سے ان کی حالت مسلسل گرتی چلی جا رہی ہے۔لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا علاج کیا ہے۔شریعتِ اسلامیہ کے طویل و عمیق مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلامی قانون کو معقول طریق پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو ہر شخص کا کم از کم حق معاش محفوظ ہو جاتا ہے“ (10)

اسلام میں معاش کا بہترین نظام پایا جاتا ہے۔اقبال نے اپنے بہت سے خطوط اور اشعار کے ذریعے یہ وضاحت بھی کی ہے۔اقبال قرآنی آیات سے اپنی فکری بصیرت کو تابندگی بخشتے تھے۔رزق حلال ہی اقبال کے نزدیک معاشیات کا مرکزی نکتہ ہے۔اقبال نے اپنے کلام میں رزقِ حلال کا بھرپور پیغام دیا ہے اور اسے انسانیت کے افلاس کو دور کرنے کا علاج قرار دیا ہے۔”جاوید نامہ“ میں جاوید اقبال کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

؎ سر دیں صدق مقال، اکل حلال خلوت و جلوت تماشائے جمال(11)

اصل بات بھی یہی ہے کہ دین کا راز بھی سچ بولنے اور حلال روزی کمانے میں پوشیدہ ہے۔ مثنوی پس چہ باید کرد اور مثنوی مسافر سے بھی اشعار کا انتخاب ہماری رہنمائی کرتا ہے جن میں اقبال نے رزق حلال کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔اقبال جہاں معاش کے حولہ سے پریشانی کا ذکر کرتے ہیں وہاں نظم ”شمع اور شاعر“ میں زبردست علامتی انداز اختیار کرتے ہوئے دہقان کو سب کچھ قرار دیتے ہیں۔

اس طرح معاشیات کے حوالہ سے اقبال کے نظریات ہمارے سامنے آتے ہیں۔مرکزی نکتہ بہر حال یہ ہے کہ غربت کسی بھی طرح پسندیدہ عمل نہیں ہے اور اس کو دور کرنے کا بہترین طریقہ اسلام کے پاس ہے۔اقبال نے غربت کو خودی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔کاروبار کے سب سے اچھے طریقے اسلام کے پاس ہیں اور حضرت محمدؐ نے بھی سب سے پہلے کاروبار اختیار کیا۔یہ آپ کی ایمانداری کا نتیجہ تھا جو پہلی بار ہی بہت فائدہ ہوا۔اقبال صنعت و تجارت کے بھی حق میں تھے مگر منافع کی منصفانہ تقسیم کو بھی لازمی قرار دیتے تھے تاکہ مزدور کا حق بھی اسے ضرور مل جائے۔آپ نوجوانوں کی تنظیمیں بنانے کے حق میں تھے جو فلاح کے کام کریں۔آپ نے صنعتی ترقی کے لیے کپڑے اور جوتوں کی صنعت کو پروان چڑھانے کا مشورہ بھی حکومت کو دیا۔اس طرح غربت کا خاتمہ بھی ممکن ہوتا ہے۔لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔افلاس کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

یہ اقبال کی سوچ ہے جو1904ء میں کتابی صورت اختیار کرنے کے بعد ہمارے سامنے ''علم الاقتصاد'' کے عنوان سے آئی تھی۔اور اقبال کے کلام میں اس حوالہ سے ایسے اشارے ملتے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم افلاس کے خلاف جنگ لڑ سکتے ہیں۔صنعتی ترقی کر سکتے ہیں اور اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ اقبال نے ہندوستان کی پوری قوم کو نظر میں رکھا۔یہ ان کے ارتقائی پہلو کے استحکام کی دلیل ہے۔فکرِ اقبال میں حب الوطنی اور معاشیات کے اہم نکات سامنے آتے ہیں۔اس مضمون کے مطالعہ سے اقبال کی حب الوطنی کے اور قومی تصورات کے پہلو عیاں ہوں گے اور اقبال کے معاشی تصورات کی جھلک بھی دیکھنے کو ملے گی۔اس مضمون کا مطالعہ فکرِ اقبال کے موضوعات کی توسیع کا باعث بنے گا اور فکرِ اقبال کی تحقید میں اہم ترین ماخذ ثابت ہو گا۔

حوالہ جات

(1)عبدالحق، پروفیسر، اقبال کے ابتدائی افکار، دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، نقش اول 1969ء، صفحہ 164

(2)اقبال، کلیات اقبال اردو، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اشاعت ششم، 2004ء، صفحہ 110

(3)عبدالحق، پروفیسر، اقبال کے ابتدائی افکار، صفحہ 197

(4)اقبال، کلیات اقبال اردو، صفحہ 115

(5)عبدالحق، پروفیسر، اقبال کا حرف شیریں، نئی دہلی: اصیلا پریس دریا گنج، 2014ء، صفحہ 22

(6)اقبال کلیات اقبال اردو، صفحہ 324

(7)عبدالحق، پروفیسر، اقبال کا حرف شیریں، صفحہ 26

(8)اقبال، کلیات اقبال اردو، صفحہ 477

(9)اقبال، کلیات اقبال اردو، صفحہ 437

(10)اقبال، کلیات مکاتیب اقبال، جلد چہارم، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، 1998ء، صفحہ 479

(11)اقبال، کلیات اقبال فارسی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ن، صفحہ 792